(۶)

اتحاد اسلامیان ہند کی کہانی

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی زبانی

اردو کے مشہور ادیب اور صحافی خواجہ عبدالوحید (۱۹۰۱ء۔۱۹۷۹ء) نے مولانا شبیر احمد عثمانی کے ارشادات کو قلم بند کر کے چھپوا دیا تھا۔ ان ارشادات کا تعلق صرف اتحاد بین المسلمین فی الہند کے مسئلے سے ہے۔ حضرت علامہ نے اس میں ناکامی کی تمام تر ذمہ داری مسلم لیگ کے صدر پر ڈالی ہے۔ جہاں تک جمعیۃ علمائے ہند کا تعلق ہے' اس نے مسلمانوں کے اتحاد کی ضرورت کو ہمیشہ محسوس کیا اور اس کے ساعی رہی' لیکن مسلم لیگ فرقہ پرستی کی جس راہ پر چل نکلی تھی اس نے نہ صرف ہندوستان میں خاص مسلمانوں کے مفاد کے نقطۂ نظر سے ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت کو نظر انداز کر دیا تھا۔ بلکہ مسلمانوں کے مابین اتحاد کی اہمیت سے بھی یکسر صرف نظر کر لیا تھا۔ اتحاد بین المسلمین کی کوششوں میں ناکامی اور صدر مسلم لیگ کی ذمہ داری کے بارے میں علامہ شبیر احمد عثمانی کی گواہی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ ان ارشادات کی اشاعت کے بعد حضرت علامہ تین سال سے زیادہ عرصے تک زندہ رہے اور پورے تین سال کے شب و روز مسٹر محمد علی جناح نے اپنی حیاتِ مستعار کے گزارے تھے لیکن کسی نے ان ارشادات کے کسی جز کی بھی تردید نہیں کی۔ حضرت مفتی کفایت اللہ ۱۹۴۰ء کے وسط تک جمعیۃ علمائے ہند کے صدر رہے تھے اور حضرت نے اسی حیثیت میں اتحاد کی گفتگو میں حصہ لیا تھا۔ اس لیے اتحاد کی ان کوششوں کا تعلق ۱۹۳۹ء یا ۱۹۴۰ء کے بالکل اوائل سے ہے۔ یہ ارشادات ''اتحاد اسلامیان ہند کی کہانی۔۔۔حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی زبانی'' کے عنوان سے زمزم' لاہور کی اشاعت مورخہ ۷ جولائی ۱۹۴۶ء میں شائع ہوئے تھے۔ یہ ارشادات خواجہ عبدالوحید کے ابتدائی نوٹ کے ساتھ من وعن شائع کیے جا رہے ہیں۔ (ا۔س۔شؒ)

خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

"راقم السطور ان خوش نصیب مسلمانان پنجاب میں سے ہے جنہیں حال ہی میں لاہور میں متعدد مرتبہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی' مدظلہ العالی کے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ذیل میں آپ کے ارشادات جو ایک ہی مجلس میں سننے کا موقع ملا' سپرد قلم ہیں۔ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت علامہ کے ارشادات کو کامل دیانت داری کے ساتھ انہیں کے الفاظ میں دہرا دیا جائے۔ تاہم ممکن ہے کہ بعض جگہ الفاظ ان کے نہ ہوں۔ انشاء اللہ خیالات میں کچھ رد و بدل نہ ہو گا۔ اور اگر کہیں راقم کے سوء فہم نے معمولی سی غلطی ان بھی پیدا کر دی ہو تو حضرت علامہ اس کی تصحیح فرما سکتے ہیں۔ (خواجہ عبدالوحید)

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب ۱۹۳۷ء کے انتخابات گزر چکے تھے اور مسلم لیگ کا لاہور کا ریزولیوشن ابھی پاس نہ ہوا تھا۔ میں اس زمانے میں جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا ایک رکن تھا۔

میرا اس زمانے میں خیال تھا کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلے کا حل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہندوستان کی دو بڑی قوموں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان مفاہمت نہ ہو جائے اور ہندوؤں سے مفاہمت نہیں ہو سکتی جب تک خود مسلمان جماعتوں میں کامل یکجہتی اور مفاہمت نہ ہو جائے۔ اس زمانے میں اسلامیان ہند کی قابل ذکر تین جماعتیں تھیں۔ ایک مسلم لیگ' دوسری جمعیۃ علماء ہند اور تیسری مجلس احرار اسلام۔ ان جماعتوں میں مفاہمت کے لیے ضروری تھا کہ ان تینوں کے قائدین کے درمیان مفاہمت ہو۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ان جماعتوں کے قائدین کو اکٹھا کر کے اور ان کے درمیان تبادلہ خیالات کا موقع پیدا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گا۔

چنانچہ میں نے مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند' مولانا حبیب الرحمٰن (لودھیانوی) صدر مجلس احرار اسلام اور مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ سے گفتگو شروع کی۔ اول الذکر دونوں اصحاب ثانی الذکر سے تبادلہ خیالات پر رضامند ہو گئے۔ ان کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد میں نے مسٹر جناح سے ملاقات کا ارادہ کیا۔

مسٹر جناح سے ملاقات اور مقصد میں ناکامی:

میں اس کے بعد بمبئی میں مسٹر جناح سے ملا۔ جب میں نے ان کے سامنے تینوں مسلمان جماعتوں کے قائدین کی ملاقات کی تجویز پیش کی اور یہ بھی کہا کہ دوسری دونوں جماعتوں کے

قائدین گفتگو کے لیے آمادگی کا اظہار کر چکے ہیں تو مسٹر جناح نے کہا کہ مولانا یہ کیسے ہوسکتا ہے میں تو جمعیۃ العلماء، مجلس احرار یا کسی اور جماعت کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتا' اگر میں ان سے ملاقات کروں گا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ میں نے ان جماعتوں کی ہستی کو تسلیم کر لیا میں ایسا بھی نہیں کروں گا۔

مسٹر جینا کا یہ جواب سن کر میں نے کہا کہ صاحب! یہ تو ناممکن ہے وہ جماعتیں تو اپنی اپنی جگہ قائم رہیں گی یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ مسلم لیگ میں مدغم ہو جائیں۔ اس لیے آپ کو ان سے علیحدہ جماعتوں کے قائدین کی حیثیت ہی سے گفتگو کرنی پڑے گی۔ جینا صاحب نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ میں کسی دوسری جماعت کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس گفتگو کے بعد میں بمبئی سے دیوبند کو لوٹ آیا۔

نئی کوشش

ایک زمانہ گزر گیا۔ دہلی میں مرکزی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب صدر مجلس احرار اسلام کا ایک خط دہلی سے میرے نام پہنچا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ آج کل مجلس احرار کا ایک اجتماع یہاں ہو رہا ہے اور احرار کے سب ارکان موجود ہیں۔ جمعیۃ کا تو دہلی مرکز ہے اس لیے تمام بزرگان جمعیۃ یہاں موجود ہیں اور مرکزی اسمبلی کے اجلاس کی وجہ سے جینا صاحب بھی یہاں موجود ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ آپ اس وقت یہاں پہنچ جائیں اور مفاہمت کی گفتگو کرنے کی کوشش فرمائیں۔

اس خط کے ملنے پر میں فی الفور دہلی جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ جس وقت میں تانگہ میں سوار ہوا سخت طوفان باد و باراں جاری تھا اور ژالہ باری بھی ہو رہی تھی لیکن میں نے فیصلہ کر لیا کہ اگر اسلامیان ہند کو آپس میں ملانے کی کوشش کرتے ہوئے میری جان بھی چلی جائے تو بہت بڑی سعادت کا موجب ہوگا۔ چنانچہ میں سٹیشن پر پہنچ کر دہلی کی گاڑی میں سوار ہو گیا۔

مسٹر جینا سے دوبارہ ملاقات:

دہلی پہنچ کر میں ارکان جمعیۃ علماء ہند اور مجلس احرار اسلام سے ملا اور دونوں جماعتوں کے سربرآوردہ ارکان نے اس تجویز کو منظور کر لیا کہ مسٹر جینا سے ملاقات اور تبادلہ خیالات کی کوشش کی جائے۔ مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے یہ کہا کہ اگر وہ

یعنی جینا صاحب چاہیں کہ ہم ان سے ملیں تو وہ ہمیں دعوت نامہ بھیج دیں اور اگر وہ ہمارے پاس تشریف لانا چاہیں تو ہم انہیں دعوت نامہ بھیجنے کے لیے تیار ہیں۔

چنانچہ میں نے ٹیلی فون پر جینا صاحب سے ملاقات کے لیے وقت مانگا اور وقت معینہ پر ان کے ہاں پہنچ گیا۔ جاتے ہی میں نے انہیں بمبئی کی ملاقات اور اس وقت کی گفتگو کا ماحصل یاد دلایا اور اس کے بعد کہا کہ آج کل خوش قسمتی سے تینوں جماعتوں کے سربرآوردہ لوگ یہاں موجود ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ آپ لوگ مل بیٹھیں اور فلاح ملی وملکی کوئی تدبیر پیدا ہو جائے۔ مسٹر جینا نے وہی جواب دیا جو وہ بمبئی کی ملاقات میں دے چکے تھے میں نے اس پر پھر بھی کہا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا۔ جمعیۃ علماء ہند اور مجلس احرار اسلام دونوں مسلم لیگ سے علیحدہ جماعتیں رہیں گی۔ اور ان کے قائدین آپ سے اپنی جماعتوں کے نمائندوں کی حیثیت سے گفتگو کریں گے۔

جینا صاحب کی گفتگو کے لیے آمادگی:

خاصی ردوقدح کے بعد وہ ملاقات کے لیے آمادہ ہو گئے اس پر میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ جمعیۃ العلماء کے دفتر میں چلنا پسند کریں تو ان حضرات کی طرف سے آپ کی خدمت میں دعوت نامہ آ جائے گا اور اگر آپ یہ چاہیں کہ وہ یہاں آئیں تو آپ ان کی طرف دعوت نامہ بھیج دیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں وہاں نہیں جا سکتا وہ یہاں آ جائیں۔ میں نے کہا تو آپ ان کے نام ایک دعوت نامہ لکھ کر مجھے دے دیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں تحریری دعوت نامہ نہیں دے سکتا۔ کیا ان لوگوں کو آپ کے زبانی پیغام پر اعتماد نہ ہوگا؟

قائدین جمعیۃ ومجلس کی آمادگی:

میں واپس ناکام لوٹ کر پھر جمعیۃ العلماء ہند اور مجلس احرار اسلام کے قائدین سے ملا۔ اور ان پر صورت حالات واضح کر دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو تحریری دعوت دینے کے لیے تیار ہیں۔ وہ تحریری دعوت نامہ کیوں نہیں دیتے۔ میرے اصرار پر وہ لوگ مسٹر جناح کے ہاں بغیر کسی تحریری دعوت نامہ کے جانے پر بالآخر رضامند ہو گئے۔

میں نے پھر مسٹر جناح سے وقت لیا اور وقت معینہ پر میں، مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مسٹر جناح کے دولت کدے پر پہنچ گئے۔ ملاقات کے شروع میں میں نے کہا کہ میرا منصب صرف آپ تینوں حضرات کو ملا دینا تھا اور الحمدللہ کہ وہ پورا ہو گیا۔

اب میرا کام ختم ہے اور اب میں خاموش بیٹھا رہوں گا۔ گفتگو آپ حضرات کے درمیان ہوگی۔ میں اس میں کوئی حصہ نہ لوں گا۔

مفاہمت کی گفتگو:

جناح صاحب نے فرمایا کہ میں دو باتیں ابتدائی طور پر کہنا چاہتا ہوں۔ ایک یہ کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میرے ساتھ ایک اور شخص گفتگو میں اس لیے شامل کر لیا جائے کہ میں اردو زبان آسانی سے نہیں بول سکتا وہ صاحب میرا مفہوم آپ پر اچھی طرح واضح کر سکیں گے۔ مفتی صاحب اور مولوی صاحب نے اس کی اجازت دیدی۔ چنانچہ نوابزادہ لیاقت علی خاں صاحب کو ساتھ کے کمرے سے بلا لیا گیا اور اب ہم کل پانچ آدمی ہو گئے۔ دوسری بات جناح صاحب نے یہ فرمائی کہ جب تک۔۔ ہم لوگ کسی متفقہ فیصلے پر نہ پہنچ جائیں اس گفتگو کے متعلق کوئی اطلاع اخبارات میں شائع نہ کی جائے۔ اس پر بھی سب لوگوں کو اتفاق ہو گیا اور آج تک اس ملاقات کے حالات اور گفتگو کی تفصیل سے ہندوستان کے عوام بے خبر رہے ہیں۔

اتفاق رائے:

گفتگو شروع ہوئی تبادلہ، خیالات 'ردو قدح' ترمیم و تنسیخ کا سلسلہ کم و بیش آٹھ بجے رات سے لے کر بارہ بجے رات تک جاری رہا۔ تمام بحث پانچ بنیادی امور پر مرتکز رہی اور الحمدللہ کہ بالآخر تینوں حضرات ان پانچوں بنیادی امور پر متفق ہو گئے اور وہ کام جو مدتوں کی کوششوں سے طے نہ پا سکا تھا اس عاجز کی کوشش سے بفضلہ تعالیٰ انجام پا گیا۔

نئی رکاوٹ:

جب ہم لوگ جناح صاحب سے رخصت لینے لگے تو انہوں نے کہا کہ دیکھئے مولانا آپ دونوں صاحبوں (یعنی مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو مسلم لیگ کا دو آنے دینے والا ممبر بننا ہوگا۔ ہم لوگ فیصلہ ہو جانے کے بعد اس نئی تجویز پر حیران ہوئے اور مفتی صاحب اور مولوی صاحب نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ نہ جناح صاحب اپنے مطالبہ سے دست بردار ہوئے اور نہ دوسرے دونوں اصحاب نے ان کی بات مانی اور ہم وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔ اور یوں ایک عظیم الشان معاملہ طے ہو جانے کے

بعد پھر غیر طے شدہ رہ گیا۔

قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

میں آج تک نہ سمجھ سکا کہ اتحاد اسلامیان ہند ایسا اہم مسئلہ پورے طور پر طے ہو چکنے کے بعد ایک معمولی سی بات کے لیے کیوں ہمیشہ کے لیے کھٹائی میں ڈال دیا گیا۔ ایک طرف میں یہ نہیں سمجھ سکتا کہ مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب نے دوسرے اہم اختلافات مٹا دینے کے بعد ایک معمولی سی بات ماننے سے کیوں انکار کر دیا۔ اور دوسری طرف یہ بات بھی میرے فہم سے بالا ہے کہ جناح صاحب نے تمام بنیادی امور طے پا جانے کے بعد ایک معمولی سی چیز کے لیے اتحاد اسلامی کی تمام امیدوں پر کیوں پانی پھیر دیا۔۔۔؟